اسلام کے تصورِ قصاص کی اہمیت اور ضوابط: اسلامی تعلیمات اور مغربی فکر کے تناظر میں ایک مطالعہ

(Importance and Principles of Islamic Concept of *Qiṣāṣ*: A Study in Context of Islamic Teachings and Western Thought)

ڈاکٹر شبیر حسین*
ڈاکٹر محمد شہباز منج**
***ڈاکٹر صائمہ شہباز منج

Abstract

This article discusses the Islamic law of *Qiṣāṣ* and its rules from the perspectives of Islamic teachings and Western approach. It shows that *Qiṣāṣ* has been devised for the establishment of peace in human society and for the prevention of crime. Quran calls this law life for the humanity. Islam values human life more than the sanctity of *Ka'ba*. In Islamic law of *Qiṣāṣ* the nature of the crime and the punishment should be exactly the same. For example, if someone's finger has been cut off, the same finger of the culprit will be cut off only to the extent from which he cut off the finger. Many none-Muslim intellectuals also have confessed that *Qiṣāṣ* is the best solution to the growing crime of murder. There is no violation of human rights in this law, as it is commonly propagated by some Western writers.

***Key Words**: Qiṣāṣ*, Islam, Importance, Western Scholars

قصاص کا تصور اسلام کی آمد سے پہلے زمانۂ جاہلیت میں بھی تھا۔ لیکن ان کے ہاں یہ جس شکل میں تھا وہ اسلامی قانون قصاص سے بالکل مختلف تھا کیونکہ وہ قصاص کے نام پر ایک جان کے بدلے کبھی پورے قبیلے کی جان لیتے، کبھی بیسیوں

*اسسٹنٹ پروفیسر، محی الدین اسلامی یونیورسٹی، نیریان شریف، آزاد جموں کشمیر
**اسسٹنٹ پروفیسر، شعبۂ اسلامی و عربی علوم، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا
*** پی ایچ ڈی سکالر، شعبۂ اسلامی و عربی علوم، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا

سال لڑائی جاری رہتی جس میں دونوں طرف سے بہت خونریزی ہوتی اور جانوں کا ضیاع ہوتا۔ اسلام نے اس قانون میں ترمیم کی اور "خون کے بدلے خون" کے قانون میں دو اور شرائط کا اضافہ کیا: 1۔ حقیقی مجرم کی تلاش کرکے اسے سزا دی جائے۔ 2۔ جرم اور سزا میں مماثلت کو ملحوظ رکھا جائے۔ قرآن و سنت اور اسلامی فقہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سب سے پہلے اپنے نظام تعلیم و تربیت اور عادلانہ نظام حکومت کے ذریعے جرائم کے محرکات کو ختم کر دیتا ہے اور معاشرے کو جرائم سے پاک معاشرہ بناتا ہے۔ پھر بھی انسان کوئی غلط قدم اٹھاتا ہے تو اسلام، قانون کی ہر قسم کی خلاف ورزی کو جرم نہیں سمجھتا بلکہ اسلام کے نزدیک ہر وہ شعوری و اختیاری فعل یا ترک فعل جرم ہے جو فرد یا معاشرے کو شاہراہ تکامل پر گامزن رہنے سے روکے یا اس میں کجی و انحراف کا باعث بنے یا فرد اور معاشرے کو کوئی اور نقصان پہنچائے۔ ایسے کاموں یا ترک فعل پر شریعت کی رو سے اللہ تعالیٰ نے سزائیں مقرر کی ہیں۔ انھی سزاوں میں سے ایک قصاص ہے۔ زیر نظر مقالے میں اسلامی تعلیمات اور مغربی فکر کے تناظر میں قصاص کی اہمیت کا مطالعہ مقصود ہے۔

قصاص کا معنی و مفہوم

لغت میں قصاص، کسی کے نقش قدم پر چلنے، کسی چیز (مثلا بال۔ ناخن) کو کاٹ دینے اور کسی چیز کے اثرات کی تلاش کو کہا جاتا ہے۔ اسی سے لفظ "قصص" ماخوذ ہے، جس کا مطلب ہے چھان بین کی گئی خبریں۔ قرآن میں کئی آیات انھی میں استعمال ہوئی ہیں۔[1] مثلًا: " فَارْتَدَّا عَلٰى آثَارِهِمَا قَصَصًا [2] چنانچہ وہ اپنے قدموں کے آثار دیکھتے ہوئے واپس ہوئے۔ "؛ إِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ[3] یقینا یہ برحق واقعات ہیں۔ " اور وَ قَصَّ عَلَيْهِ الْقَصَصَ [4] اور اپنا سارا قصہ انھیں سنایا۔ "جب کہ شرعی اصطلاح میں قصاص "خون بہا" کو کہا جاتا ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص بغیر کسی شرعی جواز کے کسی کو قتل کر دے یا اس کو کوئی چوٹ لگا دے یا اس کے کسی عضو کو کاٹ دے تو اس سے ویسا ہی قصاص لیا جائے گا۔ یعنی جان لی ہے تو اس کی جان لی جائے گی، زخم لگایا ہے تو اس کے برابر اسے زخم لگایا جائے گا اور کسی عضو کو کاٹ دیا ہے تو اس کے اسی عضو کو کاٹ دیا جائے گا۔ لفظِ قصاص کے لغوی اور اصطلاحی معنی میں ایک لطیف ارتباط ہے۔ اصطلاحاً اس کو قصاص اس لیے کہا جاتا ہے کہ اس میں جرم کی پاداش اور جبران کی صورت میں مماثلت کی تلاش کی جاتی ہے۔ کیونکہ جرم کے بعد مقتول کے اولیا یا خود زخمی شخص اسلامی قوانین کے مطابق اس جنایت کار سے اپنے ساتھ کی ہوئی زیادتی کے ازالہ کا مطالبہ کرتا ہے، اس لیے اسے قصاص کہا جاتا ہے۔[5]

---

[1] ابوالقاسم الحسین بن محمد الراغب الاصفہانی، المفردات فی غریب القرآن (بیروت: دار المعروف، 1424ھ)، 671۔

[2] الکهف18:64۔

[3] آل عمران3: 62۔

[4] القصص28: 25۔

[5] دیکھیے: عبدالرحمٰن الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعۃ (بیروت: دارالفکر، ب ت)، 5: 182۔

قصاص کی مشروعیت

قصاص کی مشروعیت قرآن وسنت دونوں سے ثابت ہے۔ قرآن کے مطابق مقتولین کے بارے میں قصاص کا حکم لکھ دیا گیاہے، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔[6] قرآن سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ قصاص کا حکم صرف اسلام میں ہی نہیں بلکہ سابقہ آسمانی شریعت میں بھی تھا۔[7] سورہ مائدہ آیت نمبر 45 میں صراحت کے ساتھ حضرت موسیٰؑ کی شریعت میں بھی قصاص کی موجودگی کا ذکر ہوا ہے۔ قصاص کے حوالے سے جو لفظ "کتبنا" استعمال ہوا ہے اس سے فقہا نے فرض اور ثبوت کے معنی لیے ہیں۔ جس طرح دوسری آیات مثلا: " يا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ [8] اے ایمان والو! تم پر روزے کا حکم لکھ دیا گیا ہے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر لکھ دیا گیا تھا" یا " كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ تمھیں جنگ کا حکم دیا گیا ہے"[9] احادیث مبارکہ سے قصاص کی مشروعیت کے حوالے سے درج ذیل روایت قابلِ ملاحظہ ہیں: **لا يحل دم امرىء مسلم يشهد ان لا اله الا الله وا نی رسول الله الا باحدى ثلاث، الثيب الزاني، والنفس بالنفس، والتارک لدينه المفارق للجماعة**[10] سوائے تین صورتوں کے کسی ایسے مسلمان کا خون بہانا جائز نہیں جو یہ شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں۔ 1: شادی شدہ زناکار 2: جو کسی کی جان لے تو اسے قتل کیا جائے گا 3: جو دین اسلام کو چھوڑ کر (مسلمانوں) کی جماعت سے الگ ہو جائے: **لا يحل قتل مسلم الا باحدى ثلاث ورجل قتل مسلما متعمدا فيقتل۔**[11]

کسی مسلمان کا قتل صرف تین صورتوں میں جائز ہے۔۔۔جو کسی مسلمان کو عمدا قتل کرے تو اس کو بھی قتل کیا جائے۔

---

[6] البقرۃ2: 178۔

[7] المائدۃ5: 45۔

[8] البقرۃ2: 183۔

[9] البقرۃ2: 216۔

[10] محمد بن یزید ابو عبد اللہ القزوینی ابن ماجۃ، سنن ابن ماجۃ، تحقیق، محمد فؤاد عبد الباقی (بیروت: دار الفکر، ب ت)،7: 125۔ الفاظ کے معمولی تغیر کے ساتھ صحیح بخاری حدیث نمبر6370 اور صحیح مسلم حدیث نمبر3175 میں بھی اس روایت کا مفہوم موجود ہے۔ امام محمد بن اسماعیل البخاری، ، صحیح البخاری، تحقیق مصطفیٰ دیب البغا (بیروت: دار ابن کثیر1987ء)؛ امام مسلم بن حجاج نیشاپوری، صحیح مسلم، تحقیق، محمد فواد عبدالباقی (بیروت: داراحیاء التراث العربی)

[11] ابو داؤود، سلیمان بن اشعث السجستانی، سنن ابی داؤود (بیروت: دار الکتب العربی، ب ت)،11: 430۔

آیات و روایات کے بعد مشروعیتِ قصاص پر تیسری دلیل اجماع امت ہے۔ یعنی امت مسلمہ کے ہر فقیہ کے نزدیک قصاص نہ صرف جائز ہے بلکہ بعض صورتوں میں ولی الدم کو عفو کرنے کا حق بھی نہیں ہوتا۔ اور قصاص لینا واجب ہو جاتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عقلِ سلیم بھی معاشرے کی امنیت اور اصلاح کے لیے قصاص کے قانون کی تائید کرتی ہے۔[12]

قصاص کی شرائط

قصاص کی شرائط کی رو سے آزادی وغلامی میں مساوات ہو یعنی آزاد شخص کے بدلے آزاد کو قتل کیا جائے گا اور غلام کو غلام کے بدلے۔ پس اس شرط کی رو سے کسی آزاد کو غلام کے بدلے قتل نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ غلام کو آزاد کے بدلے قتل کیا سکتا ہے۔ دین میں مساوات ہو یعنی قاتل و مقتول دونوں مسلمان ہوں۔ پس اس شرط کی رو سے کافر کو مسلمان کے قصاص میں مارا جاسکتا ہے لیکن کسی مسلمان کو کسی کافر کے قصاص میں نہیں مارا جا سکتا۔ (البتہ اس سے یہ غلط فہمی نہ ہو کہ دین اسلام میں کافروں کو مارنے کی کھلی چھٹی ہے کسی مستامن یا ذمی کافر کو قتل کرنا حرام ہے۔ ایک دفعہ قتل کر لے تو اس کی دیت واجب ہے قصاص نہیں لیکن اگر قاتل کی عادت بن جائے کہ وہ مذکورہ کافروں کو قتل کرے تو پھر اس کا قصاص لیا جائے گا)۔ قاتل باپ یا دادا نہ ہو: پس اولاد کے قتل میں باپ یا دادا کو قصاص میں قتل نہیں کیا جاسکتا۔ قاتل بالغ ہو، بچہ کسی کو قتل کرے تو اس پر قصاص نہیں ہے۔ عاقل ہو، اگر کوئی مجنون کسی کو مار دے تو اس پر بھی قصاص نہیں ہے۔ مختار ہو مجبور نہ ہو۔ اگر زبردستی سے کسی کو قتل کرے تو اس پر قصاص نہیں ہے۔ جنس میں مساوات ہو، کسی مرد کو عورت کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا ہاں البتہ کسی عورت کو مرد کے قصاص میں قتل کیا جاسکتا ہے۔ ان شرائط میں سے بعض کی صراحت ذیل کی سورہ بقرہ کی آیت 178 میں مذکور ہے۔

البتہ مذکورہ کچھ صورتوں میں قصاص نہ ہونے کا مطلب یہ نہیں کہ مجرم بری الذمہ ہے، بلکہ اس پر قصاص کی جگہ دیت ادا کرنا لازم ہے۔ مثلا کافر ذمی کا قاتل مسلمان ہو، اولاد کا قاتل باپ ہو یا غلام کا قاتل آزاد ہو تو قصاص کے بدلے دیت واجب ہو جاتی ہے۔ جبکہ ساتویں شرط میں فقہاء کے بقول مرد کو عورت کے قصاص میں قتل تو کیا جاسکتا ہے لیکن اس قاتل (جس سے قصاص لیا جا رہا ہے) کے اولیا کو آدھی دیت ادا کرنی ہو گی۔ کیونکہ عورت کی دیت مرد کی دیت کے نصف ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ تمام اسلامی قوانین چاہے وہ قصاص سے متعلق ہوں یا کسی اور شعبہ زندگی سے انسانی فطرت کے عین مطابق ہیں۔

اعضا کا قصاص

باب قصاص میں ایک اہم بحث اعضا اور زخموں کا قصاص ہے۔ اس بارے میں مذاہب اربعہ کے تمام فقہا کا متفقہ نظریہ یہ ہے کہ ایسے اعضاء کا قصاص مجرم سے لیا جائے گا جس میں مماثلت ممکن ہو۔ جہاں مماثلت کا امکان نہ ہو وہاں قصاص

[12] محمد بن ابراھیم ابن المنذر،، الاجماع (بیروت: موسسۃ الکتب الثقافیۃ، 1993ء)، 100۔؛ الجزیری، الفقہ علی المذاہب الاربعۃ، 5: 185۔

نہیں بلکہ دیت لی جائے گی۔اس قاعدہ کی رو سے ہاتھ انگلیوں، زبان، ناک، کان کا بیرونی حصہ، ٹانگ، پیروں کی انگلیوں اور جسم کے دیگر ظاہری حصوں کا قصاص لیا جائے گا۔ جبکہ ہڈیوں کا قصاص نہیں لیا جائے گا۔ کیونکہ اس میں مماثلت ممکن نہیں ہے۔ ہڈیوں میں سے دانتوں کا مسئلہ مستثنیٰ ہے۔ آیہ قصاص میں دانتوں کے قصاص کی تصریح ہے:

وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ وَ الْجُرُوحَ قِصَاص [13]

دانت کے بدلے دانت اور زخموں کا قصاص ہے۔

چونکہ قصاص میں مماثلت شرط ہے اس بناء پر کسی مشلول ہاتھ کے قصاص کے طور پر سالم ہاتھ کو نہیں کاٹا جائے گا۔ البتہ ہاتھ دونوں سالم ہوں (یعنی قاطع اور مقطوع دونوں کے) ایک چھوٹا دوسرا بڑا ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا اور قصاص کا حکم جاری کیا جائے گا، کیونکہ ہاتھ کے استعمال اور فائدے کے حوالے سے بڑے اور چھوٹے میں کوئی فرق نہیں۔اسی طرح لنگڑی ٹانگ کے قصاص میں صحیح وسالم ٹانگ نہیں کاٹی جائے گی۔ بلکہ مذکورہ صورتوں میں دیت ادا کی جائے گی جس کی بحث باب دیت میں گزر چکی ہے۔ان کی دلیل قرآنی آیت کے بعد صحیح بخاری میں درج یہ حدیث ہے:

عن انس ان يهوديا رضّ راس جارية فقيل لها من فعل بک هذا أفلان؟ أفلان؟ حتى سمى اليهودى، فأومأت براسها، فجيىء باليهودى، فاعترف، فامر رسول الله صلى الله عليه وسلم، فرضّ راسه بالحجارة[14]

حضرت انس فرماتے ہیں کہ ایک یہودی نے کسی بچی کا سر پتھر پر رکھ کر پتھر سے کچل دیا لڑکی سے پوچھا تیری یہ حالت کس نے بنائی ؟ فلان نے یا فلان نے ؟ جب اس کے سامنے یہودی کا نام لیا گیا تو لڑکی نے سر کے اشارے سے اس کی تائید کی۔ یہودی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اس نے اعتراف جرم کر لیا، رسول ﷺ نے حکم دیا کہ اس کا سر بھی کچل دو، پس اس یہودی کا سر بھی پتھر سے کچل دیا۔

اسی مفہوم کی دیگر بہت ساری روایات سے قصاص بالنفس (جان کا قصاص) اور قصاص بالطرف (اعضا کا قصاص) ثابت ہے۔مذاہب اربعہ کے تمام فقہا کا قصاص کی مشروعیت پر اجماع ہے اور عقل انسانی بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ پس **"قصاص فی النفس"** (جان کا قصاص) اور **" قصاص فی الطرف"** (اعضا کا قصاص) دونوں قرآن، حدیث، اجماع اور عقل کی دلیلوں سے ثابت ہیں۔

مغربی مفکرین اور اسلام کا نظام قصاص

---

[13] المائدۃ5: 45۔

[14] محمد بن فتوح الحمیدی، الجمع بین الصحیحین البخاری ومسلم، تحقیق: د علی حسین البواب (بیروت: دار النشر، 1423ھ)، 2: 380۔

مغربی مفکرین کا قصاص کے اسلامی تصور کے بارے میں اختلاف ہے۔ کچھ مفکرین اسلامی نظام قصاص کی حمایت کرتے نظر آتے ہیں جبکہ اکثر اس کو بے رحمانہ اور ظالمانہ نظام قرار دیتے ہیں۔ Michel Foucault،[15] اور Cliford K. Dorne، [16] Malise Ruthven، [17] وغیرہ نے اسلام کے نظام قصاص کی جزوی اختلاف کے ساتھ حمایت کی ہے۔ ان کے مطابق قصاص Restorative Justice کا ذریعہ ہے اور اس سے معاشرے میں جرائم کی کمی میں مدد ملتی ہے۔ Howard Zehr نے تو 17 اسلامی اور مغربی پاداش والی سزاؤں کا تقابل کرتے ہوئے قصاص کو ان 17 سزاؤں سے موافق قرار دیا ہے [18] اہل مغرب کے سزاؤں کے حوالے سے بنایا گیا قانون International Covenant on Civil and Political Rights (ICCPR) کے آرٹیکل 6 میں لکھا گیا ہے کہ موت کی سزا انتہائی ناگزیر حالت میں ہی دی سکتی ہے۔

> In countries which have not abolished the death penalty, sentence of death may be imposed only for the most serious crimes in accordance with the law in force at the time of the commission of the crime (…) Anyone sentenced to death shall have the right to seek pardon or commutation of the sentence.[19]

---

[15]Michel Foucault, *Discipline and Punish: The Birth of the Prison* (Alan Sheridan, 1995), 3-8.

[16] Cliford K. Dorne, *Restorative Justice in the United States: An Introduction* (Pearson Prentice Hall, 2008) 3-4.

[17] Lawrence Rosen, The Justice of Islam: Comparative perspectives on Islamic Law and Society (Oxford: Oxford University Press 2000) quoted by Malise Ruthven, Islam in the World, (London: Penguin, 1984) 154.

[18] Susan C. Hascall, Restorative Justice in Islam: Should Qisas Be Considered a Form of Restorative Justice?, (4 Berkeley: J. Middle E. &Islamic L), 35.

[19] IRAN/death penalty A state terror policy by International Federation of Human Rights,2009,21

H.L. A. Hart نے تو قصاص کے قانون کو قانون انتقام کا نام دیا ہے۔ وہ کہتے ہیں اگر ہمیں معاشرے یا لوگوں کے ذہنوں سے قتل و غارت گری کے تصور کو مٹانا ہے تو قصاص کے قانون کو ختم کرنا پڑے گا اس سے معاشرے میں نسل در نسل ایک انتقام کا لاوہ پکتا رہتا ہے اور لوگ اس کے بھینٹ چڑھتے رہتے ہیں۔[20] Fritz Heider اور Astor دونوں کے نزدیک قصاص کی تعلیمات اور اس کے نفاذ سے نوجوانوں اور خصوصاً بچوں کو کافی ذہنی اذیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ معاشرے میں قانون شکنی پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔[21] Durkheim نے یہ رائے دی ہے کہ قصاص ایک انتہائی بے رحمانہ اور ظالمانہ سزا ہے اس لیے اس کی نوعیت اور کیفیت میں تبدیلی لا کر اس کو آسان بنادی جائے یعنی بین السطور موصوف کا کہنا ہے کہ قتل کی جگہ عمر قید کی سزا دی جائے۔[22] William Ian Miller اسلام کا قانون قصاص پر انگشت نمائی کرتے ہوئے اسے معاشرے میں نفرت اور کینہ توزی کا ذمہ دار قرار دیتا ہے۔[23]

حاصل بحث

اس بحث کا خلاصہ و نتیجہ یہ ہے کہ اسلام کا نظام قصاص مطابق انسانی معاشرے میں امن کے قیام اور جرائم کی روک تھام کے لیے وضع کیا گیا ہے۔اس نظام کو اسلامی تعلیمات کے علاوہ انسانی فطرت و جبلت کی بھی بھرپور تائید حاصل ہے۔ قصاص کا قانون انسانی فطرت کے عین مطابق ہے۔ اس میں انسانی حقوق کی کوئی خلاف ورزی نہیں۔ مجرم کو سزا قصاص کی دی جائے تو دوسروں کے لیے وہ مجرم عبرت کا نشان بن جائے گا اور معاشرہ کے دیگر افراد اس نوعیت کے مجرم کے انجام کو دیکھ کر دوبارہ اس جرم کے بارے میں سوچیں گے بھی نہیں۔ اس لیے قرآن مجید نے اس قصاص کو زندگی سے تعبیر کیا ہے :وَ لَكُمْ فِي الْقِصاصِ حَياةٌ يا أُولِي الْأَلْبابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُون [24] اسلام میں قصاص کا قانون کسی نفسیاتی جذبے کی تسکین یا انتقام جوئی کے لیے نہیں بلکہ مجرم کو یہ احساس دلانے کے لیے ہے کہ اس نے کتنا بڑا جرم کیا

44Hart, H.L.A, Punishment and Responsibility (Oxford: Oxford University Press) , 158 .

21 Heider, *The Psychology of Interpersonal Relations* (New York: Wiley), 67.

22 Durkheim, , *The Division of Labor in Society* (G. Simpson, trans.) (Toronto: Collier-Macmillan Canada Ltd),85-96.

23 William Ian Miller, *Clint Eastwood and Equity: Popular Culture's Theory of Revenge*, *in* Law in the Domain of Culture 161 (Austin Sarat & Thomas R. Kearns eds., 1998), 75.

24 البقرہ2: 179۔

ہے۔ اور یہ احساس حقیقی معنوں میں اس وقت تک نہیں ہو گا جب تک اس سے قصاص نہ لیا جائے۔ بالفرض اگر کسی کے قتل یا کسی عضو کے کاٹ دینے کے جرم میں اسے عمر قید کی سزا ہو بھی جائے تو وہ اس نقصان اور درد کا احساس نہیں کر پائے گا جو اس مجرم کی وجہ سے کسی بے قصور کو ہوا ہے۔ لہٰذا اس کا حل صرف مسئلہ قصاص میں ہے تاکہ اسے اپنے جرم کی سنگینی اور دوسرے کے درد و نقصان کا مکمل ادراک ہو۔ اسلامی قانون قصاص میں جرم اور سزا کی نوعیت بالکل یکساں ہونی چاہیے۔ مثلاً کسی کی انگلی کاٹ دی ہے تو مجرم کی اسی انگلی کو صرف اسی مقدار میں کاٹی جائے گی جہاں سے اس نے مجنی علیہ (جس پر اس نے جرم کیا) کی انگلی کاٹی تھی۔ اسلام انسانی جانوں کی بڑی قدر کرتا ہے اور مسلمانوں کی جانوں کی قدر کچھ روایات کی تعبیر کے مطابق خانہ کعبہ کی حرمت سے زیادہ ہے۔ امام جعفر صادق فرماتے ہیں: ان المومن افضل حقا من الکعبۃ[25] (مومن کا حق کعبہ سے زیادہ ہے)۔ حضور ﷺ سے مروی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے اس دن، مہینہ اور شہر کی حرمت کے بارے میں پوچھا۔ جواب ملنے پر اپ نے فرمایا: **فان دماءکم واموالکم واعراضکم حرام علیکم کحرمة یومکم هذا فی شهرکم هذا فی بلدکم هذا الی یوم تلقونه**[26] تمھارا خون تمہارے اموال اور تمہاری عزت تم پر بالکل اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ دن (یوم النحر) یہ مہینہ ذی الحجہ اور تمھارا یہ شہر (مکہ مکرمہ) یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کر۔ ان تمام امور سے واضح ہوتا ہے کہ اسلامی قانون قصاص ایک نہایت اہم اور اعلی وارفع مقصد (جو کہ معاشرہ کے امن وامان اور عمومی اصلاح ہے) کے لیے نہایت مفید اور جامع قانون ہے۔ جس کا نعم البدل کوئی دوسرا قانون نہیں ہو سکتا۔

---

[25] النوری الطبرسی، مستدرک الوسائل (قم: موسسۃ اھل البیت، ب ت)، 9: 40۔

[26] احمد بن ابی بکر بن اسماعیل البوصیری، اتحاف الخیرۃ المھرۃ بزوائد المسانید العشرۃ (ریاض: دار الوطن، 1990ء)، 4: 242۔ البیہقی نے السنن الکبریٰ میں الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ اسی مضمون کی روایت نقل کی ہے۔ ج 7، ص 242؛ صحیح البخاری، ج 2، ص 620 حدیث 1654؛ عمر ابن عبد الرحمٰن البیہقی، سنن البیہقی الکبریٰ، تحقیق: محمد عبد القادر عطا (مکہ المکرمہ: مکتبۃ دار الباز، 1994ء)، 7: 242۔